محمد حسن * ڈاکٹر نبیل احمد نبیل **

حفیظؔ اور فیضؔ کی نظموں میں تمثال کاری

Abstract: *Imagery is the use of vivid language to embellish and augment the poetic effort. Imagery can be Visual, Auditory, Olfactory, Gustatory and Tactile. All of them give depth to poetry and enhance poetic effect.*
In Urdu poetry poets from the Classical era to the present have used different types of imagery to put across their creative experience to the readers. Allama Iqbal is credited with introducing innovative and compelling images to spell bound his readers. In this respect, Iqbal is a trendsetter. Hafeez and Faiz are two giants of Urdu poetry. They come from two opposite poetic persuasions but have made very assertive and compelling use of this poetic device. Hafeez, for example, has used beautiful imagery of a woman's flowing tresses to depict evening. Faiz, the magician, is credited with introducing new metaphors and images to Urdu repertoire. The present study has taken cognizance of all these efforts by these two stalwarts of the realm of Urdu poetry.

متحرک اور جامد تمثال کاری یا پیکر تراشی ایک ایسا منفرد تخلیقی عنصر ہے اور شعری صنعت ہے، جس کا مقصد بہت واضح زبان و بیان کے ذریعے شاعرانہ ہنر مندی اور تخلیقی کاوش کو مرفع و مرقع کرنا ہوتا ہے۔ تمثال کاری (امیجری) بصری، سمعی، مشتمل بر شامہ، ذائقہ، لامسی یا مبنی بر لمس یا لامسہ، مذکورہ تمام شعری صنعتیں اور تخلیقی پیکر یا تمثالیں در حقیقت ادبی فن پاروں کو گہرائی اور گیرائی عطا کرتے ہیں۔ اس طرح فن پاروں کے جمالیاتی حسن میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور کلام میں کشش و تاثیر بھی پیدا ہوتی ہے۔ اُردو شاعری میں دُنیا بھر کے تمام شعرا دیگر شعرائے کرام کی کارفرمائی کے باوصف قدیم کلاسیکی دور سے لے کر عصرِ حاضر تک مختلف اقسام کی تمثال کاری یا تخلیقی پیکر تراشی (امیجری) ایسی شعری صنعت کو بروئے کار لا چکے ہیں اور اس طرح شعرا نے اپنے تخلیقی تجربے، تخلیقی بصیرت، تخلیقی وِجدان، لطیف جذبات و احساسات اور منفرد خیالات و تصورات کو تخلیقی ترفع اور تخلیقی اپج کے ساتھ منصۂ شہود پر لانے کی کامیاب اور منفرد انداز سے بھرپور سعی کی ہے۔ اِس ضمن میں تخلیقی دُنیا کے نہایت ممتاز و منفرد شاعر علامہ محمد اقبال نے اُردو شاعری کے دامن کو متنوع موضوعات اور نئی نئی تمثالوں سے متمول کرنے کے ساتھ ساتھ ترفع اور ثروت مندی سے نوازا ہے۔ اِس ضمن میں علامہ محمد اقبال نئی اختراعات کے بنیاد گزار قرار دیے جاسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُن کے بعد کے شعرا نے بھی اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے نہ صرف نئے سانچے وضع کیے بلکہ اپنے اپنے تخلیقی وفور اور شعری اظہار کے لیے نئی راہیں بھی استوار کی ہیں۔ حفیظ جالندھری اور فیض احمد فیض فکری اعتبار سے دو مختلف

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، لوئر مال کیمپس، لاہور
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، لوئر مال کیمپس، لاہور

تخلیقی دھاروں کے پیراک اور فلکِ شاعری کے دو تاب ناک اور درخشندہ ستارے ہیں۔ تخلیقی سطح پر دو منفرد نگینے ہیں۔ اگرچہ حفیظ جالندھری اور فیض احمد فیض دو مختلف اور الگ الگ مکاتیبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن دونوں شعرا کے کلام میں تمثال کاری، متحرک و جامد تخلیقی پیکر تراشی ایسی شعری صنعت کا بھرپور سطح پر تخلیقی اپج کے ساتھ استعمال ہُوا ہے۔ مثلاً حفیظ کے کلام میں "شام" کو ایک خاتون کی کھلی زُلفوں یا گیسوئے دراز سے مماثل قرار دیا گیا ہے۔ فیض صاحب جو اِس شعری ہنرمندی یا مذکورہ شعری سلیقے و قرینے اور شعری صنعت کے ثقہ اور طلسم کار شاعر ہیں، فیض صاحب مذکورہ شعری ہنرمندی و شعری وصف کو بھرپور تخلیقیت کے ساتھ بروئے کار لائے ہیں اور اُنھوں نے اُردو شاعری میں کئی ایک نئی اور جدّت افزا متحرک و جامد تمثالوں کا استعمال کیا ہے۔ مذکورہ سخن وروں کی تخلیقی کاوشوں کا مخصوص سیاق و تناظر میں ایک منفرد اور نادر حوالہ ہے اور مذکورہ شعرا نے تمثال کاری ایسی شعری صنعت یا تخلیقی ہُنرمندی کے تخلیقی استعمال کے سبب اُردو شاعری اور اُردو زبان میں نہ صرف نئے امکانات کی بازیافت کی ہے بلکہ اضافوں کے نئے در بھی وا کیے ہیں۔

تمثال کاری تخلیقی حسن کا ایک اہم پہلو ہے۔ تمثال کا تعلق بصارت سے ہے لیکن کہیں کہیں شعرا نے سمعی اور صوتی تمثال کاری بھی کی ہے۔ متعدد نظم نگاروں نے خوب صورت تشبیہات و استعارات سے مسجع تصویر کشی اور منظر نگاری کی ہے۔ دیگر ادبی تحریکوں کی طرح تمثال پسندی کی تحریک نے بھی اردو کے متعدد شعرا کو متاثر کیا۔ اُردو شاعری میں تمثال کاری ایک فن کی صورت میں نظر آتی ہے۔ غزل، مثنوی، مرثیے اور شاعری کی دیگر روایتی اصناف میں تمثال کاری کے خصائص بڑے معیّن اور جامد ملتے ہیں لیکن دورِ جدید کے نظم نگاروں نے تمثال کاری کے فن کو نئے تخلیقی شعور سے برتا ہے۔ بعض رومانوی شعرا کے یہاں بھی جذباتی اظہار کی مجسم صورتیں دکھائی دیتی ہیں اور بعض ترقی پسندوں نے بھی اپنا تخلیقی اظہار تمثیلی انداز میں کیا ہے۔ متعدد نظم نگاروں نے اپنے فن پاروں کی تاثیر میں اضافے کے لیے تمثیلی انداز میں اپنے دلی جذبات و کیفیات کو نمایاں کیا ہے۔ تمثیلی اظہار شاعری کی تاثیر اور معنویت میں اضافہ کرتا ہے اس بارے میں عقیل احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> "تمثیلی اظہار میں معنی کی دو سطحیں ہیں، پہلی سطح وہ ہوتی ہے جس کی طرف الفاظ براہِ راست اشارہ کرتے ہیں۔ دوسری سطح ان اخلاقی، سیاسی اور تاریخی تصورات کی ہوتی ہے جو پہلی سطح کے متوازی لیکن تخلیق سے الگ اپنا اثبات کرتے ہیں۔ جسے فنکار نے بظاہر پوشیدہ رکھا ہے لیکن جس کی طرف الفاظ اشارہ کرتے ہیں۔ یہ بنیادی طور پر استعارے کی توسیع کا عمل ہے۔"(۱)

قدیم شعرا نے بھی تمام اصنافِ شاعری میں پیکر تراشی کی ہے۔ انھوں نے فطرت کے مناظر کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں پیکر بنائے ہیں۔ جدید اردو نظم نگاروں نے روایتی لفظیات سے نظم کو نجات دلائی اور استعارات اور امیجری کے ذریعے نظم کو نیا ڈکشن اور نیا آہنگ عطا کیا ہے۔ جدید اردو نظم نگاروں نے اقبال سے متاثر ہو کر اپنی تخلیقات میں امیجری کی ہے۔ اقبال نے فلسفیانہ،

علمی ،اصلاحی ،اخلاقی اور انقلابی مسائل مجسم صورت میں پیش کیے ہیں۔ انھوں نے جذبہ حب الوطنی کا اظہار پیکروں کے ذریعے کیا ہے۔ بیسویں صدی کے نظم نگاروں میں تمثال کاری کا رجحان شعوری طور پر پیدا ہونے لگا اس بارے میں ڈاکٹر عنبرین منیر رقم طراز ہیں:

> ”لفظی تصویر کشی اور محاکات نگاری بھی ادبی تخلیق کا فنی حربہ رہی ہیں لیکن بیسویں صدی میں امیجری یا شعری پیکر تراشی (Poetic Imagery) شاعر اور غیر شاعر کا درمیانی بعد بن گئی۔“(۲)

اردو کے اولین شعرا کے یہاں بھی تصویر کاری اور محاکات نگاری کا رجحان نظر آتا ہے، ان شعرا نے مناظر فطرت، تہذیب و معاشرت کی عکاسی، حالاتِ رزم و بزم اور اپنے ذوقِ جمالیات اور قلبی واردات کو تصویری شکل میں داخل شعر کیا ہے۔ نظیر اکبر آبادی نے اپنے مشاہدات کی تصویری جھلکیاں دکھائی ہیں اور بعد میں اقبال کی مذہبی، وطنی اور ملّی وابستگی بھی تمثیل کاری کی حدوں کو چھونے لگتی ہے۔ جدید اردو نظم نگاروں میں اقبال نے سب سے زیادہ تمثال کاری کو فروغ دیا۔ اردو شاعری میں تمثیلی اظہار کے آغاز وارتقا، روایت کی تشکیل واستحکام اور اقبال کی نو بہ نو تمثالوں سے متعلق ڈاکٹر تسنیم رحمان رقم طراز ہیں:

> ”دیگر زبانوں کی شاعری کی طرح اردو شاعری کے آغاز ہی سے تصویر کاری اور محاکات کا رجحان دکھائی دیتا ہے۔ مثنوی، مرثیے اور قصیدے میں منظر نگاری، واقعہ نگاری، معاشرت کی عکاسی، معاملاتِ رزم و بزم اور فطرت نگاری کے ضمن میں تصویر کاری اور محاکات نگاری کا رجحان غالب انداز میں ملتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی نے مشاہدات کی اشیا کو جزئیات کے ساتھ جامد و متحرک تصویروں میں پیش کیا۔ انجمنِ پنجاب کے تحت انگریزی شاعری کے اثرات کو قبول کرتے ہوئے مناظرِ فطرت کی حامل شاعری کو رواج دیا۔ انجمنِ پنجاب کے بعد اپنی بھرپور انفرادی حیثیت میں اقبال ایک ایسے شاعر ہیں، جن کا کلام محاکات نگاری اور تمثال کاری کی ان گنت مثالوں سے معمور ہے۔“(۳)

رومانوی اور ترقی پسند تحریک کے چند نمایندہ نظم نگاروں نے اپنے مخصوص تصورات اور شعری اظہار میں تمثالوں کو معنویت اور پہلوداری سے آشنا کیا۔ ان شعرا نے اپنی نظموں میں تمام تر فنی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اثر آفرینی پیدا کی ہے اور بہترین تمثیلی نمونے تخلیق کیے ہیں۔ رومانوی شعرا نے زیادہ تر جمالیاتی قدروں اور احساسات کی آمیزش سے تمثال کاری کی اور ترقی پسندوں نے تمثال کاری کرتے ہوئے حقیقی زندگی، اپنے عہد، سماج اور تاریخ کو موضوع بنایا ہے۔ ان شعرا نے بسا اوقات اپنے جذباتی اظہار کے لیے تمثیلی رمزیت کا اسلوب بھی اختیار کیا ہے۔ کچھ شعرا نے مغربی تمثال کاری کے زیر اثر تمثیلی اسلوب اختیار کیا اور کچھ نے انفرادی سطح پر نئی تراکیب، نئے استعارے اور نئی علامتوں سے تمثال کاری کی ہے۔

اقبال کے بعد رومانوی دور کے اہم شعرا حفیظ جالندھری اور ترقی پسندوں میں فیض احمد فیض نے اپنی نظموں میں مختلف پیکر تراشے ہیں۔ ان کے تجسیمی زاویے جدید نوعیت کے ہیں۔ حفیظؔ اور فیضؔ کی نظمیں منظر نگاری اور پیکر تراشی کی وجہ سے جیتی جاگتی تصویریں

لگتی ہیں۔ انھوں نے تصویر کشی کرتے ہوئے چند تجریدی زاویے اس طرح بنائے ہیں کہ آدمی انھیں اپنے وجود سے مَس کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ ان کی نظموں میں لفظوں کے ذریعے تصویر کشی کی گئی ہے۔ انھوں نے مختلف امیجز کو پیکر بنا کر اپنی شاعری کی زینت بنایا ہے۔ جدید اُردو نظم نگاروں میں حفیظ جالندھری اور فیض احمد فیض کا ذہنی اُفق بہت وسیع تھا، انھوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے لفظوں کے ذریعے غیر مرئی اشیا، ذہنی و قلبی کیفیات اور انسانی جذبات واحساسات کو بھی مجسم صورت میں پیش کیا ہے۔ ان نظم نگاروں نے تمثال کاری کے ذریعے اُردو شاعری کے حسن اور دلکشی کو دوبالا کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ ان کی متعدد نظمیں اور کچھ نظموں کے کچھ حصّے تمثال کا اعلا نمونہ ہیں۔ حفیظؔ نے اپنے جذبات واحساسات بھی مجسم صورت میں پیش کیے ہیں۔ انھوں نے بے جان اشیا کو مجسم صورت دی ہے۔ اس کی ایک مثال نظم "میرا کلامِ بہتریں" دیکھیے:

مدتوں جنسِ سخن کے بیچنے پر تھا مدار
میری مزدوری چکاتے تھے مرے سرمایہ دار
شعر کا دامن گزوں سے ناپتے تھے بے شعور
پھر سیاہی بن کے ڈھلتا تھا مری آنکھوں کا نور(۴)

حفیظ جالندھری کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اس نظم میں ہندوستان کی درباری تہذیب اور رائج الوقت چلن کو ایک چلتا پھرتا پیکر بنا دیا ہے۔ انھوں نے سخن کو جنس کا جسم دیا ہے، شعر کے دامن کو گزوں سے ناپا ہے اور آنکھوں کے نور کو سیاہی بنا دیا ہے۔ گز اور سیاہی کا کوئی نہ کوئی پیکر ہوتا ہے یہ دونوں اشیا ایسی ہیں جنھیں ہم دیکھ سکتے ہیں، محسوس کر سکتے ہیں اور چھو سکتے ہیں۔ حفیظ کی رومانیت مناظر فطرت، تاریخی احساسات، قومی جذبات اور جذبہء عشق رسولؐ کی حامل ہے۔ حفیظ کو مناظر قدرت سے سچی محبت ہے ان کی نظموں میں لطافت ونزاکت رقص کرتی ہوئی ملتی ہے ایسی نظموں میں "جلوہء سحر"، "تاروں بھری رات"، "تصویر کشمیر"، "برسات"، "راوی میں کشتی"، "شامِ رنگیں"، "صبح وشام"، "کہسار" اور "بنجارہ پربت" وغیرہ اہم ہیں۔ حفیظ کی نظم "شامِ رنگیں" منظریہ جزئیات کے ساتھ ساتھ جمالیاتی طرزِ احساس سے معمور ہے۔ اِس نظم میں ان کی منظر نگاری اور لفظی پیکر تراشی اپنے کمال تک پہنچی ہوئی ہے:

پچھم کے در پہ سورج بستر جما رہا ہے
رنگین بادلے میں چہرہ چھپا رہا ہے
اوڑھے سیاہ دوپٹے سرسبز وادیوں نے
زیور اتار ڈالے گلزار زادیوں نے(۵)

حفیظ کی شاعری میں منظر نگاری اور مقامات کے ساتھ احساساتی وابستگی کی وجہ سے تمثال کاری کے عمدہ نمونے نظر آتے ہیں۔حفیظ نے اپنے رومانوی اسلوب سے گیتوں کے کینوس کو وسعت عطا کی۔ان کی شاعری کا لینڈ سکیپ انگریزی رومانوی شعرا کا لینڈ سکیپ ہے۔حفیظ کی نظم "شام" کا لینڈ سکیپ بڑا دل کش اور فطری ہے اور اس میں بھی تمثال کاری کا عنصر غالب ہے:

رفتہ رفتہ سرخیوں پہ چھا گیا کالا غبار
مٹ گیا رنگِ شفق مرجھا گیا یہ لالہ زار
نور کے زریں ایوانوں میں تالے پڑ گئے
ارغوانی بدلیوں کے رنگ کالے پڑ گئے
شام آئی ہے سکوں کا جال پھیلائے ہوئے
ساحرہ بیٹھی ہے کالے بال بکھرائے ہوئے (۶)

حفیظ جالندھری نے اس نظم میں شام کو ایک ساحرہ کے پیکر میں پیش کیا ہے جو ایک عورت کی طرح اپنے بال بکھرائے ہوئے بیٹھی ہے اور نور کے ایوان بنا کر اس پر تالے ڈالے ہیں۔انھوں نے شام اور نور کو مجسم صورت میں پیش کر کے نظم میں رنگینی پیدا کی ہے۔حفیظ جالندھری کی شاعری میں تصویر کشی اور تمثال کاری کے بارے میں استاد الہ بخش رقم طراز ہیں:

"حفیظ کی شاعری میں ہماری زندگی اور اس زندگی میں جو کچھ شامل ہے سب کی تصویریں ہیں۔فطرت کی تصویریں ۔انسانی جذبات کی داخلی و خارجی تصویریں۔تصویریں ہی تصویریں۔جن میں رنگ بھی ہے، سادگی بھی اور پُرکاری بھی۔" (۷)

حفیظ کی شاعری میں موضوعات کی رنگا رنگی اور ہیئت و بحور کے متعدد تجربات نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری میں ایک رجحان منظر یہ نظموں کا ہے۔انھوں نے اپنے مشاہدات کے پیکر اور تصویریں بنائی ہیں۔حفیظ کی نظم "سحر" تمثیلی نوعیت کی ہے۔

اٹھی حسینہء سحر
پہن کر سر پہ تاجِ زر (۸)

حفیظ کی شاعری میں مناظر قدرت کی تصویریں چھوٹی چھوٹی اور مترنم بحور میں ملتی ہیں۔ان کی نظم "ہمالیہ" بھی تمثیلی طرز احساس کی حامل ہے۔یہ نمونہ دیکھیے:

یہ دیوداروں کا جنگل قدرتی پریوں کی بستی ہے
یہاں خاموشیاں اگتی ہیں موسیقی برستی ہے
کوئی دیکھے یہاں آ کر تبسم لالہ زاروں کا
ترنم جوئباروں کے تکلم آبشاروں کا(۹)

حفیظ نے اس نظم میں دل کش پیکر بنائے ہیں اور نظم میں اثر آفرینی پیدا کر دی ہے۔ انھوں نے خاموشی جو ایک کیفیت ہے اسے کسی شجر کے روپ میں اُگتے دکھایا ہے اور موسیقی جو سنی جاتی ہے اسے بصری پیکر بنا کر پیش کیا ہے۔ اور لالہ زاروں اور آبشاروں کو مسکراتے اور بات کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ حفیظ کی مذہبی نظموں میں بھی تمثال کاری کی عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ انھوں نے نعت، سلام اور مرثیے بھی لکھے اور ان میں مجسم پیکر بنائے ہیں۔ ایسی نظموں میں ''شہسوارِ کربلا'' اور ''عید میلاد النبیؐ'' زیادہ اہم ہیں۔

سو رہی تھی زندگانی خواب کے آغوش میں
آرزوئیں دم بخود تھیں حسرتِ خاموش میں
آج زانوئے ازل پر صبح نے انگڑائی لی
مسکرا کر اک کرن نے ہاتھ میں شہنائی لی(۱۰)

فیض احمد فیض نے تشبیہ، استعارہ اور پیکر تراشی کا سہارا لے کر اپنی نظموں کے فنی حسن کو دوبالا کیا ہے۔ ان کے شعری مجموعے ''نقشِ فریادی'' کی نظم ''موضوعِ سخن'' استعاراتی اور تمثیلی انداز کی عمدہ مثال ہے:

ان دمکتے ہوئے شہروں کی فراواں مخلوق
کیوں فقط مرنے کی حسرت میں جیا کرتی ہے؟
یہ حسیں کھیت، پھٹا پڑتا ہے جوبن جن کا!
کس لیے ان میں فقط بھوک اُگا کرتی ہے(۱۱)

اِس نظم میں کھیتوں کے جوبن کا پھٹا پڑنا اور اناج کے بجائے بھوک کا اُگنا جیسے استعارات اور تمثالیں استعمال کر کے فیضؔ نے سماجی حقائق کی علاسی کرتے ہوئے بھی فنی حسن قائم رکھا ہے۔ فیض کا ایک اور استعاراتی اور تمثیلی انداز نظم ''سرودِ شبانہ'' میں ملاحظہ کیجیے:

نیم شب، چاند، خود فراموشی
محفل ہست و بُود ویراں ہے
پیکرِ التجا ہے خاموشی
بزمِ انجم فسردہ ساماں ہے
آبشارِ سکوت جاری ہے
چار سُو بے خودی سی طاری ہے
زندگی جزوِ خواب ہے گویا

ساری دنیا سراب ہے گویا
سو رہی ہے گھنے درختوں پر!
چاندنی کی تھکی ہوئی آواز(۱۲)

فیض احمد فیض نے اس نظم میں نہایت فنی چابکدستی سے حسّی پیکر بنائے ہیں۔انھوں نے جو تراکیب استعمال کی ہیں یہ ان کی امیجری کے مختلف حواس کا ثبوت ہیں۔انھوں نے خاموشی کو التجا کا پیکر کہا ہے ستاروں کی محفل کو کسی گوشت پوست کے آدمی کی طرح افسردہ دکھایا ہے اور گھنے درختوں پر چاندنی کی تھکی ہوئی آواز کا سونا ایسے ہے کہ جیسے کوئی شخص دن بھر کی محنت ومشقت کے بعد شام کو تھک کر سو جاتا ہے۔"سو رہی ہے گھنے درختوں پر / چاندنی کی تھکی ہوئی آواز"ہی فیض کا اولین انفرادی حسّی پیکر ہے جس سے ان کی الگ شناخت قائم ہونا شروع ہوئی اس سے قبل ان کی شاعری پر غالبؔ اور اقبالؔ کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ نظم "سرودِ شبانہ"فیضؔ کی غیر معمولی تخلیق اور تمثیلی اظہار کا عمدہ نمونہ ہے۔فیض احمد فیض نے نظم "موضوع سخن"میں طبقاتی تفریق ،استحصالی، معاشرتی عدم مساوات، بھوک اور غربت وافلاس جیسے مسائل کو پیکر بنا کر پیش کیا ہے۔ نظم "رقیب سے" کا یہ مصرع "درد آئے گا دبے پاؤں لیے سرخ چراغ"فیضؔ کی تمثیل کاری کی اہم مثال ہے۔ فیض صاحب شاعرانہ ہنر مندی اور فن کاری کی معراج پر نظر آتے ہیں۔انھوں نے اپنی جذباتی،جمالیاتی اور حسّی واردات کو خوب صورت تمثیلی انداز میں شاعری سے ہم آہنگ کیا ہے۔ نظم "ملاقات" کے آغاز میں یہ مصرعے دیکھیے

یہ رات اس درد کا شجر ہے
جو مجھ سے تجھ سے عظیم تر ہے(۱۳)

اِس شعر میں فیضؔ نے درد کو شجر کے پیکر میں بیان کیا ہے۔درد ایک کیفیت کا نام ہے۔ویسے تو درد کی کوئی ٹھوس جسامت نہیں ہوتی اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے،دیکھا اور ہاتھ سے مَس نہیں کیا جا سکتا۔فیضؔ نے درد کو شجر کی تجسیم میں بیان کیا ہے۔فیضؔ کی نظم "تنہائی"بھی کم وبیش استعاراتی اور تمثیلی انداز کی ہے۔اس کے یہ مصرعے تمثال کاری کا اعلا نمونہ ہیں:

لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ
سو گئی راستہ تک تک کے ہر اک راہگزار(۱۴)

اِس نظم میں کمال ہنر مندی سے فیضؔ نے اپنے تخیّل اور قلبی کیفیات کو مجسم پیکروں کی شکل عطا کر دی ہے۔انھوں نے اپنی داخلی کیفیات کی عقدہ کشائی کے لیے خارجی اجسام کا سہارا لیا ہے۔فیضؔ اپنے تصورات اور التباسات کی دنیا کو جیتی جاگتی تصویر کے روپ میں متن کا حصّہ بناتے ہیں۔ انھوں نے سماعی پیکروں کو بھی بصری پیکروں سے ہم آمیز کر کے تمثال کاری کی ہے۔اس ضمن میں نظم "یاد"ملاحظہ کیجیے:

دشتِ تنہائی میں ، اے جان جہاں ، لرزاں ہیں
تیری آواز کے سائے ، ترے ہونٹوں کے سَراب
دشتِ تنہائی میں ، دُوری کے خس وخاک تلے
کِھل رہے ہیں ،ترے پہلو کے سمن و گلاب
اٹھ رہی ہے کہیں قربت سے تری سانس کی آنچ
اپنی خوشبو میں سُلگتی ہوئی مدہم مدہم
دور۔۔۔ افق پار ، چمکتی ہوئی قطرہ قطرہ
گِر رہی ہے تری دلدار نظر کی شبنم
اس قدر پیار سے ، اے جانِ جہاں،رکھا ہے
دل کے رخسار پہ اس وقت تری یاد نے ہات(۱۵)

نظم "یاد" میں لفظ "دشتِ تنہائی" ایک استعاراتی ترکیب ہے۔"آواز کے سائے" سایہ تو کسی ٹھوس جسم کا ہی ہوتا ہے۔ جذبات واحساسات اور کیفیات کا تو سایہ نہیں ہوتا۔ فیضؔ نے "آواز" کا سایہ بنا کر تمثال کاری کی ہے۔انھوں نے "دوری" کے بھی خس وخاک بنائے ہیں اور "پہلو" کو کھلتے گلاب سے تشبیہ دے کر عمدہ پیکر تراشی کی ہے۔ نظر سے شبنم کا گرنا اور یاد کا ہاتھ رکھنا بھی مجسم نمونے ہیں۔ فیضؔ نے اپنے حواس کو متحرک پیکر بنا دیا ہے۔ فیضؔ کی تمثال کاری کے بارے میں ڈاکٹر حامدی کاشمیری لکھتے ہیں:

"ملاقات، فیض کی بہترین نظموں میں شمار کی جاسکتی ہے اس میں انھوں نے حالات کی سنگینی اور سختی میں محبوب کی ملاقات کو امید ویقین کا باعث ٹھہرایا ہے۔یوں تو یہ ایک عام سا موضوع ہے لیکن فیض نے حسین و جمیل تشبیہوں ،معنی خیز ترکیبوں اور جیتے جاگتے رمزی پیکروں کی مدد سے اسے فن کا اعلیٰ نمونہ بنایا ہے۔" (۱۶)

فیض احمد فیض کی شاعری کو مجموعی حیثیت سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظموں کے متحرک اور رواں استعاروں اور تمثالوں میں وطن کی محبت کے پھول مہک رہے ہیں۔ان کی خوب صورت تراکیب، تشبیہات،استعارات،علائم کی مرصّع کاری اور شعری پیکر تراشی نقطہء عروج پر ہے۔فیض کی اس قبیل کی اہم نظموں میں "چند روز اور مری جان!"،"اے دلِ بے تاب ٹھہر!"،"صبح آزادی"، "زنداں کی ایک شام" اور "اے روشنیوں کے شہر" شامل ہیں۔ آخری دونوں نظمیں فیض نے ایامِ اسیری کے دوران کہی ہیں اور ان میں علامتی اسلوب اختیار کرتے ہوئے تشبیہات واستعارات کا سہارا لے کر تمثال کاری کی ہے۔فیضؔ نے اپنی شاعری میں جذبات واحساسات کو مجسم پیکر میں پیش کیا ہے۔ان کے کلام میں فکر وفلسفے کے رنگ آمیز پیکر اور گُل رنگ تمثال کاری ملتی ہے۔انھوں نے سرخی

اور اس سے مشابہت رکھنے والی اشیا کو اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ گل رنگ تمثال کے ایک منفرد شاعر کے طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ فیض نے اپنی شاعری میں آتشِ گل جیسی تراکیب اور ہونٹ، عارض، رخسار، پھول، گل، ارغواں، لالہ، مے اور شراب جیسے الفاظ کا بکثرت استعمال کیا ہے۔ اس ضمن میں فیض کی کچھ نظموں کے اشعار دیکھیے:

ضیائے مہ میں دمکتا ہے رنگِ پیراہن
ادائے عجز سے آنچل اڑا رہی ہے نسیم

اِس بام سے نکلے گا ترے حسن کا خورشید
اُس کنج سے پھوٹے گی کرن رنگِ حنا کی

ہر ایک صبح ملاتی ہے بار بار نظر
ترے دہن سے ہر اک لالہ و گلاب کا رنگ(۱۷)

فیض نے اپنی شاعری میں مجرد و غیر مجرد اشیاء کے امتزاج سے لطیف پیکر بنائے ہیں۔ انھوں نے بصری اور لمسی پیکروں سے لے کر حسّی پیکروں تک ایک خاص ہنر مندی دکھائی ہے۔ فیض سے پہلے بھی ہماری شاعری پھول، لالے اور اس نوع کے دیگر رنگوں سے لبریز ہے لیکن فیض نے ان استعاروں کو نئے مفاہیم اور نئے موضوعات کے ضمن میں برتا ہے۔ انھوں نے نو بہ نو استعاروں اور تمثالوں سے سماجی حقیقت نگاری کی ہے۔ ڈاکٹر کوثر مظہری بھی فیض کو گل رنگ تمثال کا شاعر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "فیضؔ کی شاعری کے جہاں اور بہت سے گوشے ہو سکتے ہیں وہیں ان کے یہاں "رنگ" کو بھی بڑی اہمیت رہی ہے۔ غالب طور پر انھوں نے "سرخی" اور اس کے مماثل اشیا کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ پھول، مے گلفام، سرخیء بدن، بدن کی ڈلک، جسم یار کی خوبی یہ کچھ ایسے شعری تلازمے ہیں جو محبوب اور اس کے عضویاتی تلازمے (BodilyAssociations) سے ہم آمیز ہو کر مختلف رنگوں کے پیکر تراشتے ہیں ان میں بیشتر مرئی اور بصری پیکر ہیں۔ فیض نے اس پیکر تراشی اور مصوری سے انسانی جذبات اور احساسات کو چھوا ہے بلکہ سرخیء مے سے تزئین در و بام کرنے کا حوصلہ بھی عطا کیا ہے۔" (۱۸)

فیضؔ کی شاعری میں اس طرح کے تلازمے تمثال کاری کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ فیض نے ترقی پسندوں کے روایتی موضوعات کو شاعری میں پیش کیا لیکن انھوں نے اپنے طرز ادا میں انفرادی رنگ پیدا کیا۔ فیضؔ کی تخلیقی ہنر مندی یہی ہے کہ انھوں نے شعوری طور پر جو بھی پیکر بنائے ہیں اس کا محرک انسانی اقدار کی پامالی ہی رہا۔ حفیظؔ اور فیضؔ نے اپنے مشاہدات کو تخلیقی آنچ دینے اور شاعری میں معنی و مفاہیم کی ترسیل کے لیے Imagery یا تمثال کاری کی ہے۔ ان دو نظم نگاروں کی تمثال کاری نظم بہ نظم بڑھتی نظر آتی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ عقیل احمد صدیقی، جدید اردو نظم نظریہ و عمل، (لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴ء)، ص: ۲۴۵

۲۔ عنبرین منیر، ڈاکٹر، جدید اردو نظم میں نفسیاتی عناصر، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۷ء)، ص: ۶۰

۳۔ تسنیم رحمان، ڈاکٹر، مضمون، جدید اردو نظم میں تمثال کاری کا رجحان، مشمولہ ماہنامہ نمود، لاہور، جلد نمبر ۵، شمارہ ۹، ۸، ۷، جولائی اگست، ستمبر ۲۰۱۷ء، ص: ۴

۴۔ کلیاتِ حفیظ جالندھری از حفیظ جالندھری، مرتب، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)، ص: ۵۵۵

۵۔ ایضاً، ص: ۲۴۷ ۶۔ ایضاً، ص: ۲۵۸

۷۔ استاد الٰہ بخش، فلیپ، کلیاتِ حفیظ جالندھری از حفیظ جالندھری، مرتبہ، خواجہ محمد زکریا، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)

۸۔ کلیاتِ حفیظ جالندھری از حفیظ جالندھری، مرتب، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)، ص: ۶۱

۹۔ ایضاً، ص: ۲۵۴ ۱۰۔ ایضاً، ص: ۳۳۶

۱۱۔ نسخہ ہائے وفا (مکمل مجموعہ کلام) از فیض احمد فیض، (لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن)، ص: ۹۰

۱۲۔ ایضاً، ص: ۳۳ ۱۳۔ ایضاً، ص: ۲۴۴ ۱۴۔ ایضاً، ص: ۵۱ ۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۸۴

۱۶۔ حامدی کاشمیری، ڈاکٹر، جدید اردو نظم اور یورپی اثرات، (دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، اشاعت اول ۱۹۶۸ء دوم ۲۰۱۰ء) ص: ۴۶۴

۱۷۔ نسخہ ہائے وفا (مکمل مجموعہ کلام) از فیض احمد فیض، (لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن)، ص: ۲۸۶، ۱۴۶، ۳۹

۱۸۔ کوثر مظہری، ڈاکٹر، مضمون، مشمولہ، معاصر اردو شاعری اور فیض احمد فیض، مرتبہ، ڈاکٹر فرزانہ اسلم، ڈاکٹر ابوبکر رضوی، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۴ء)، ص: ۹۹، ۹۵

ماخذ:

☆ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی۔ تفہیم شعر۔ لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۶ء۔

☆ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

☆ جالندھری، حفیظ۔ کلیاتِ حفیظ جالندھری، مرتب، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء۔

☆ صدیقی، عقیل احمد۔ جدید اردو نظم نظریہ و عمل۔ لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴ء۔

☆ عنبرین منیر، ڈاکٹر۔ جدید اردو نظم میں نفسیاتی عناصر۔ فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۷ء۔

☆ فرزانہ اسلم، ڈاکٹر، ابوبکر رضوی، ڈاکٹر، مرتب۔ معاصر اردو شاعری اور فیض احمد فیض۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۴ء۔

☆ فیض، فیض احمد۔ نسخہ ہائے وفا (کلیات)۔ لاہور: مکتبہ کارواں، س ن۔

☆ کاشمیری، حامدی، ڈاکٹر۔ جدید اردو نظم اور یورپی اثرات۔ دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، اشاعت اول، ۱۹۶۸ء۔

☆ ماہنامہ نمود، لاہور: جلد نمبر ۵، شمارہ ۹، ۸، ۷، جولائی اگست، ستمبر، ۲۰۱۷ء۔

☆ نسیم، حمید۔ پانچ جدید شاعر۔ لاہور: دارالشعور، ۲۰۱۵ء۔

☆☆☆☆☆